# پاکستان میں اسلامی نظام تعلیم کا علمی جائزہ

# Scintific study of Islamic educational system in Pakistan

* ڈاکٹر حافظ غلام انورالازہری

**ظہور عالم

## Abstract

*In this article the Auther try to disscus the system of education in Islam and especially in Pakistan. Islamic system of education starts from the 1st revaluation of Almighty Allah.In sub continent the base of Islamic education system on two ways, 1st through Deeni Madaris, 2nd through Govt. schools. One of the institutions where these three aspects synergize with each in order to serve one of the most eminent needs of our Ummah is the institution of Islamic seminaries or the deeni madaris. These seminaries have a pivotal role in the transformation and maintenance of culture and norms of our society. The Islamic knowledge and practices that we see flouring in our society is a glaring contribution of these institutions.The graduates of these institutes must be able to compete with university graduates in every sphere of life. Now a day it is essential to up grade these Madaris and gave new dimensions to various fields of Madaris reforms .It is also essential to reform the modern school education system in the light of Holy Quran and Sunnah of our Holy Prophet (PBUH).*

**Keywords:** ........................................................................

اسلام ایک مکمل نظامِ حیات ہے۔ امن ومحبت کا علمبردار ہے۔ انسانیت کی فلاح بہبود کا ضامن ہے۔ اسلامی تعلیمات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے پیغام کو بنی نوح انسان تک پہنچایا جاتا ہے۔ اور یہ پیغام دینیادارے مساجد، خانقاہیں، علماء وفقہاء کی علمی مجالس کے ذریعے لوگوں تک پہنچ رہا ہے۔ تاریخ اسلام کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں دینی مدارس کا باقاعدہ کوئی نظام نہیں تھا علماء وفقہاء کی علمی مجالس اور گروہی بحث ومباحثہ ہی علوم دین یہ کی ترویج کا باعث بنا۔ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، کوفہ، بصرہ اور بغداد وغیرہ میں صحابہ کرام اور بعد میں تابعین صحابہ کی علمی مجالس میں قرآن وحدیث جیسے بنیادی علوم کی تدریس کا انتظام کیا جاتا تھا۔[1]

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ علوم اسلام یہ کی درس وتدریس کے لئے باقاعدہ اداروں کے قیام کی ضرورت محسوس کی گئی۔ جہاں پر دینی علوم کی درس وتدریس کا سلسلہ جاری ہوا اور یہ سلسلہ عالم اسلام کے طو لوعرض تک پھیلتا گیا اور آج دنیا کے بیشتر مما لک میں ہزاروں کی تعداد میں یہ دینی مدارس موجود ہیں اور اپنی اپنی بساط کے مطابق اسلام کی تبلیغ میں اپنا حصہ شامل کررہے ہیں۔[2] اسلامی نظام تعلیمات میں دینی مدارس کی خدمات اپنی جگہ مسلم ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اس نظام میں مزید بہتری کے لیے اقدامات کی اشد ضرورت ہے۔ عصر حاضر میں اسلامکا وجود انا داروں کا ہی مرہون منت ہے۔ آج دنیا میں جہاں بھی

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، ہیڈ اسلامک سٹڈیز، محی الدین اسلامک یونیورسٹی، آزاد جموں کشمیر ۔

** پی ایچ۔ڈی ریسرچ سکالر، محی الدین اسلامک یونیورسٹی، آزاد جموں کشمیر۔

قال اللہ و قال الرسول کی صدائیں گونج رہی ہیں ان میں یقیناً دینی مدارس کا کردار نمایاں طور پر محسوس کیا جاسکتا ہے۔ یہ مدارس قرآن، حدیث، سیرت نبوی ﷺ، فقہ، تفسیر اور دیگر علوم دینیہ کی نشرواشاعت کا باعث ہیں۔ اسلامی مدرسے استاریکی کے زمانہ میں اپنے نور سے عالم کو منور کررہے ہیں۔ ان مدارس کی بدولت شہر شہر، قصبہ قصبہ بلکہ گاؤں گاؤں میں بھی علماء موجود ہیں جو دین محمدی کی اشاعت کررہے ہیں اور خلقت کو گمراہی سے بچارہے ہیں۔[3]

دینی مدارس میں جدید عصری علوم کی تعلیم بھی دیجاتی ہے لیکن ان مدارسک ااصل مدعاو مقصد مسلمانوں کو علوم دینیہ سے روشناس کرانا اور اسلامی ثقافت کو نئی نسل تک منتقل کرنا ہے۔ آج دینی مدارسک ے اندر نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے مقاصد کو پورا کیا جارہے۔

**اسلام میں علم کی بنیاد اور اہمیت:**

اسلام کی بنیاد علم پر رکھی گئی تھی، جس کا اظہار حضور ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی پہلی وحی کے ابتدائی لفظ 'اقراء'[4] سے ہوتا ہے۔ سب سے پہلے پڑھنے یعنی علم حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ وحی کے پہلے ہی لفظ 'اقراء' سے غار حرا کے مقام پر مدرسہ وجود میں آتا ہے جو عہد نبوی ﷺ میں پہلے چلتے پھرتے مدرسے، پھر دار ارقم اور پھر مدینہ منورہ میں مدرسۃ الصفہ کی شکل اختیار کرتا ہے اسی مدرسہ سے نبی اکرم ﷺ کے بے شمار تلامذہ فیض یاب ہوکر عرب و عجم کو علم کی روشنی سے منور کرنے نکل پڑتے ہیں۔ اس مدرسہ کا نصاب قرآن کریم اور نبی ﷺ کے ارشادات، فرامین اور آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ تھا۔ اس مدرسہ میں تعلیم کے ساتھ تربیت لازمی جز واختیار کرجاتی ہے۔ حضور ﷺ نے صحابہ کرام کی تعلیم و تربیت خود کی۔ اور مختلف علاقوں میں تعلیم و تربیت سے لیس صحابہ کرام کو اسلامی تعلیمات سیکھانے کی غرض سے بھیجا۔ ان اعلیٰ صفات معلمین نے لوگوں کی تعلیم و تربیت اس انداز سے کی کہ عرب کے جہالت کے اندھیروں میں ڈوبے ہوئے باشندے زیور تعلیم سے منور ہوکر پوری دنیا کی سب سے مہذب تہذیب و قوم بن کر ابھرے۔[5]

پھر رفتہ رفتہ اسلامی سلطنت کی سرحدیں وسعت اختیار کرتی گئیں۔ اور اسلامی نظام تعلیم مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا گیا۔ ہر مسلمان فریضۂ تعلیم کی ذمہ داریوں کو احکام خداوندی سمجھتے ہوئے نبھاتا رہا۔ تعلیم و تربیت کے مختلف طریقے رائج رہے۔ ان میں علمائے کرام، مبلغین، صوفیاء کرام، مفسرین اور محدثین نمایاں تھے۔

**برصغیر میں اسلامی تعلیمات کا جائزہ:**

برصغیر میں اسلام کی آمد کے ساتھ مبلغین اسلام اور صوفیاء کرام نے اسلامی تعلیمات کو فروغ دیا۔ ابتداء میں کوئی باقاعدہ منظم تعلیمی نظام نہ تھا۔ لیکن جیسے جیسے اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ اور اسلامی حکومت کا عملی طور پر قیام ہوا۔ اس کے بعد نظام تعلیم پر بھرپور توجہ دی گئی۔ شروع میں تعلیمی نظام دو طرح کا تھا۔ ایک مساجد میں حفظِ قرآن اور ناظرہ قرآن پڑھانے کا طریقہ رائج تھا۔ جو آج تک اسی صورت میں جاری و ساری ہے۔ اور دوسرا دینی مدارس کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جو آج تک اپنی خدماتا حسن انداز میں سرانجام دے رہا ہے۔ بعد میں ایک اور نظام تعلیم متعارف ہوا۔ جسے دنیوی تعلیمی نظام کے طور پر جانا جاتا ہے۔[6]

**دینی مدارس کی برصغیر میں ابتداء:**

عہد نبوی کا نصاب اور نظام تعلیم مختلف مراحل سے گزرتا ہوا برصغیر میں داخل ہوا۔ مسلم دور حکومت میں ہندوستان میں علوم کے اختصاص کے حوالہ سے کئی نصاب رائج تھے۔ ان میں ایک نصاب مشرقی ہندوستان میں رائج تھا۔ جو عقلیات اور فلسفے پر زور دیتا تھا۔ اس نظام کے فارغ التحصیل حضرات منطق اور فلسفہ کے ماہر ہوتے تھے۔ دوسرا نصاب افغانستان کے زیر اثرات آیا تھا۔ جو صوبہ خیبر پختونخواہ میں رائج تھا۔ یہ نظام صرف و نحو پر زیادہ توجہ دیتا تھا۔ جبکہ تیسرا نصاب سندھ اور مغربی ہندوستان میں رائج تھا۔ جس میں علم حدیث پر زیادہ زور دیا جاتا تھا۔

بعد ازاں اورنگزیب عالمگیر نے اپنے دور حکومت میں اس دور کے ممتاز عالم دین اور فتاوہ عالمگیری کی مجلس تدوین کے سربراہ ملا نظام الدین سہالوی کو یہ ذمہ داری سونپی کہ وہ ایک جامع نصاب مرتب کریں۔ انہوں نے موجودہ نصابات تعلیم کو مدنظر رکھتے ہوئے جو نصاب مرتب کیا۔ وہ ان کے نام کی نسبت سے درس نظامی کہلایا۔ اس میں انہوں نے منطق، فلسفہ، نحو اور حدیث کے ساتھ ساتھ اصولِ فقہ اور فقہ کی بنیادی کتابیں شامل کر دیں۔ اس طرح ان تینوں نظاموں کو جو اس وقت رائج تھے۔ یکجا کر دیا گیا[7]۔

جب انگریزوں نے برصغیر پر اپنا تسلط قائم کیا تو انہوں نے اسلامی نظام تعلیم کے اس مضبوط نظام کو بھی اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے استعمال کیا۔ اور جدید سائنسی علوم کے بجائے زرعی معیشت میں جاگیرداری کا فرسودہ نظام متعارف کرایا۔ پاکستان میں دینی مدارس کی تعلیم کو زیر بحث لانے سے قبل یہ پس منظر ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔ کہ جب انگریزوں نے برصغیر پر قبضہ کر لیا تو مسلمانوں کے تعلیمی ادارے بند کر دیئے تمام اوقاف پر پابندی لگا دی، علماکرام جو نظام چلا رہے تھے۔ ان کو ملازمتوں سے الگ کر دیا۔ بڑے بڑے مناسب پر انگریز آ گئے۔ الغرض وہ تمام چیزیں جو مسلمانوں کے لئے باعث وقار تھیں وہ باعث ذلت بنا دی گئیں۔ ان نامساعد حالات میں مذہبی طبقہ کا عمومی رجحان اپنے کمزور وسائل کے ذریعہ دینی علوم کے تحفظ کے لئے مدارس کے قیام کی طرف ہوا اور انہوں نے درس نظامی کو کچھ ترامیم کے ساتھ اپنا نصاب تعلیم قرار دے کر افراد سازی کی محنت شروع کر دی۔ ان افراد کا مطمح نظر اپنے اپنے علاقوں میں روزمرہ کی مذہبی ضروریات کی تکمیل قرار پایا، جبکہ معاشرہ کے سرگرم شعبوں میں کردار ادا کرنے کی گنجائش نہ ہونے کے سبب وہ ان شعبوں کی علمی تقاضوں سے اپنے آپ کو باخبر رکھنا بھی ضروری تصور نہ کرتے تھے۔ چنانچہ درس نظامی کا نصاب تعلیم عمل کے میزان میں محدود مذہبی سرگرمیوں کا نصاب بن کر رہ گیا۔[8]

یہی درس نظامی آج پاکستان کے دینی مدارس میں پڑھایا جاتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے دینی مدارس عہد نبوی اور اسلامی تاریخ کے نظام تعلیم کے آمین ہیں۔ انگریزی سامراج کے زمانے سے لے کر آج تک اس امانت کو ان مدارس نے ہی سنبھال کر رکھا ہے۔ اگر یہ مدارس اس امانت کو نہ محفوظ رکھتے تو بے شمار اسلامی علوم کے خزانے ہم تک نہ پہنچ پاتے اور امت مسلمہ کا اس روایت اور نعمت سے محروم ہونے کا قوی اندیشہ تھا۔[9]

**دینی مدارس کا نظام تعلیم:**

ہمارے اسلامی نظام تعلیم کا پہلا طریقہ دینی مدارس کے ذریعے تعلیم و تربیت کا ہے۔ جس کی سرپرستی حکومت وقت کسی سطح پر نہیں کرتی۔ تمام دینی مدارس اپنی مدد آپ چلتے ہیں۔ مختلف دینی حلقے اور مخیر حضرات ان مدارس کا انتظام چلانے میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ اور دینی مدارس کے نظام تعلیم میں بھی جمود کا عنصر غالب نظر آتا ہے۔ اسی پرانے نظام کو جو جناب نظام الدین نے درس نظامی کے نام سے شروع کیا تھا۔ معمولی تبدیلیوں کے ساتھ ابھی تک جاری رکھا ہوا ہے۔ ان مدارس میں علماء کی تیاری ضرور ہوتی ہے لیکن ان مدارس سے مفکرین و محققین علماء کرام پیدا نہیں ہو رہے۔ اگر ہو بھی رہے ہیں تو بہت کم تعداد میں ہو رہے ہیں۔

اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ ان دینی مدارس کی سرپرستی حکومتِ وقت اپنے ذمہ لے۔ اور مفکرین و محققین علماء حضرات کی ایک کمیٹی بنائی جائے۔ جو ان دینی مدارس کے نظام تعلیم میں ایسی تبدیلیاں لائیں۔ جن پر عمل کر کے ان دینی مدارس سے ایسے علماء کرام تیار کئے جائیں جو نہ صرف دینی علوم پر دسترس رکھتے ہوں، بلکہ محقق و مفکر ہونے کے ساتھ ساتھ دورِ جدید کے دیگر تمام علوم کے بھی ماہر ہوں۔ تاکہ اسلامی روایات کو اس حالت میں دوبارہ بحال کیا جاسکے جن کی وہ متقاضی ہیں۔ اور جو اللہ تعالیٰ اور نبی پاک صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا مقصود اصلی ہیں۔ [10]

**دینی مدارس کا کردار:**

اسلامی تاریخ میں دینی مدارس تابناک کردار اور ناقابل فراموش خدمات کے حامل رہے ہیں۔ مستنصریہ، جامعہ ازہر و جامعہ نظامی بغداد، بخارا و ثمر قند اور بریلی و دیوبند جیسے عظیم مدارس میں لاکھوں تشنگان علم کو علوم قدیمہ و جدیدہ سے آراستہ و پیراستہ کیا گیا۔ اور ان مدارس نے بخاری اور مسلم، ترمذی و نسائی، ابوداؤد و، وابن ماجہ، ابن خزیمہ، بیضاوی، بیہقی و بغوی، دارمی، شیخ احمد سرہندی، شاہ ولی اللہ جیسے عظیم مدرس، مبلغ، مصلح اور مفکر پیدا کئے، جنھوں نے اپنے علم و عمل اور اخلاق و کردار کی بلندی سے پورے عالم کو انقلاب اسلامی سے منور کر دیا۔

دینی مدارس کا نظام تعلیم صدیوں سے اسلامی معاشرے کی ضروریات کو پورا کر رہا ہے۔ پاکستان میں دینی مدارس کا ایک وسیع نظام موجود ہے۔ جو قرآن کریم کی تعلیم سے لے کر تجوید و قراءت، صرف و نحو، ادب و منطق، فقہ و اصول فقہ اور تفسیر و حدیث کی سطح پر دینی تعلیم کا اہتمام کر تا رہا ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں یہ دینی مدارس ملک بھر میں لاکھوں طلبہ و طالبات کو نہ صرف مفت تعلیم فراہم کر رہے ہیں بلکہ رہائش، خوراک اور علاج وغیرہ کی سہولتیں بھی انہیں بغیر معاوضہ مہیا کرتے ہیں۔ اور بعض مدارس کے نصاب میں دینی علوم کے ساتھ جدید عصری تعلیم بھی دی جارہی ہے۔ یہ نظام تعلیم شروع سے ہی سرکاری سرپرستی سے محروم ہے اور نجی شعبے میں چل رہا ہے۔ اس نظام کو علماء و مشائخ، مخیرین اور مسلم معاشرہ کے اصحاب ثروت اور عامۃ الناس اپنے رضاکارانہ تعاون کے ساتھ چلا رہے ہیں۔ اور عوام بھی اس ملی و قومی ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کے ساتھ مخلصانہ تعاون کرتے ہیں اسی وجہ سے دینی مدارس اور ان میں طلبہ و طالبات کی تعداد دن بدن بڑھتی جارہی ہے۔

یہ مدارس اپنے مقصد اور ہدف میں کامیابی کے لئے برسرپیکار ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ ضروریات کا دائرہ پھیلتا جارہا ہے۔ عصر حاضر میں نت نئے معاملات جنم لے رہے ہیں ان مسائل کو حل کرنا دینی قیادت کی اہم ذمہ داری بھی ہے۔ ہمیں اپنے دینی مدارس کو آج

کی گلوبل دنیا سے ہم آہنگ کرنے کی ضرورت ہے تاکہ دینی مدارس اپنے مستقبل کے کردار کو امت مسلمہ کے لئے زیادہ مفید بنا سکیں۔ [11]

**دینی مدارس کے بارے میں ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ کا نقطہ نظر:**

ڈاکٹر محمود احمد غازی کا شمار ان ارباب علم و دانش میں ہوتا ہے، جو قدیم و جدید علوم پر گہری نگاہ رکھتے تھے، دور جدید کے فکری و تہذیبی مزاج اور نفسیات سے پوری طرح آگاہ تھے۔ عصر حاضر میں اسلام اور مسلمانوں کو تعلیم و تحقیق، تہذیب و تمدن، فکر و فلسفہ، معیشت و معاشرت، ریاست و سیاست اور قانون و عدلیہ کے دائروں میں جن مسائل کا سامنا ہے۔ ان تمام شعبہ جات کی تعمیر نو میں اپنے تبحر علمی، وسعت نظر، پر معمولی فہم و ادراک اور علم و بصیرت کے ساتھ آپؒ نے گراں قدر خدمات سر انجام دیں۔

آپ نے موجودہ دور کے تقاضوں اور ضرورتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے محاضرات و مقالات میں دینی مدارس کے نصاب نظام تعلیم میں اصلاحات کو ضروری و لازمی قرار دے کر تعلیمی اداروں کے سربراہان کو ان اصلاح طلب پہلوؤں کی راہنمائی فرمائی ہے۔ اور پاکستان میں دینی و اسلامی تعلیم کا ایک جامع اور متوازن نظام تشکیل دینے میں بھرپور کردار ادا کرنے کی کوشش کی۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی فرماتے ہیں۔ کہ

> " میں خود دینی مدارس کی پیداوار ہوں، اور دینی مدارس سے ربط وضبط کا چالیس سالہ تجربہ رکھتا ہوں۔ الحمد اللہ میرے خاندان میں کم از کم ایک درجن بزرگ ایسے رہے ہوں گے جنھوں نے دینی مدارس قائم فرمائے یہی تعلق واسطہ اور پیش آمدہ چیلنج کی شدت مجھے غیر روائتی اسلوب سخن اختیار کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ " [12]

آج سے دوڈھائی صدی قبل برصغیر کے دینی مدارس جو کردار ادا کر رہے تھے۔ وہ آکسفورڈ اور کیمرج یونیورسٹی کے طلبہ نہیں کر سکتے تھے۔ یہی وہ مدارس تھے جہاں سے منتظم تیار ہو کر آرہے تھے۔ جہاں سے ملک کے نہری نظام اور بلند پایہ تعمیرات کے معمار نکل رہے تھے۔ جہاں سے عساکر کے قائد اور طبیب تربیت پا رہے تھے۔ ان مدارس کے علاوہ مسلم دنیا میں کوئی الگ نظام تعلیم وجود نہیں رکھتا تھا۔

**دینی مدارس عصر حاضر میں:**

برصغیر پاک وہند میں دینی مدارس کے نصاب و نظام تعلیم کو سرکاری نظام تعلیم کے متوازی ایک الگ نظام سمجھا جاتا ہے۔ سر دست ہم پاکستان ہی کی بات کریں یہاں مختلف مسالک کی طرف منسوب پانچ باقائدہ تعلیمی بورڈز پائے جاتے ہیں جو اپنے ساتھ ملحق مدارس کے طلبہ کو اسناد جاری کرتے ہیں ان میں سے وفاق المدارس العربیہ دیوبند مسلک کا تعلیمی بورڈ ہے جس کے تحت 21633 مدارس رجسٹرڈ ہیں۔ جن میں 14 لاکھ 24 ہزار 875 طلبہ، جبکہ 7 لاکھ 50 ہزار 383 طالبات زیر تعلیم ہیں۔ وفاق المدارس فیصل آباد اہل حدیث مسلک کا تعلیمی بورڈ ہے جس کے تحت ہزاروں مدارس رجسٹرڈ ہیں۔

تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان لاہور بریلوی مسلک کا تعلیمی بورد ہے جو وفاق المدارس ملتان کے بعد دوسرا بڑا بورڈ ہے۔ اس بورڈ سے ملحق مدارس کی تعداد 8980 ہے۔ رابطہ المدارس الاسلامیہ لاہور جماعت اسلامی کا تعلیمی بورڈ ہے۔ جس کے تحت 922 سے زائد مدارس رجسٹرڈ ہیں۔ اور وفاق المدارس شیعہ لاہور، مسلک شیعہ کا تعلیمی بورڈ ہے جس کے ساتھ 100 سے زائد مدارس ملحق

ہیں۔ ان پانچوں وفاقوں کی مشترکہ تنظیم، اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان کے نام سے کام کر رہی ہے۔ جس میں مشترکہ مسائل کے لئے لائحہ عمل طے کیا جاتا ہے۔ ان مدارس کے علاوہ کم از کم 3000 مدارس وہ بھی کام کر رہے ہیں جو ان میں سے کسی وفاق کے تحت رجسٹرڈ نہیں ہیں۔ ان تمام مدارس میں تھوڑے بہت فرق کے ساتھ درس نظامی کے نصاب کی تعلیم دی جاتی ہے۔[13]

اس وقت مدارس کے نصاب و نظام تعلیم میں عصر حاضر کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر بنیادی تبدیلی کی ضرورت ہے۔ تاکہ ملک میں ایک جامع نظام تعلیم کی طرف پیش رفت کی جا سکے۔ ان چیلنجز سے نمٹنے کے لئے جناب ڈاکٹر محمود احمد غازی کی اپروچ سے ہمیں فائدہ اٹھانا ہوگا جو نہایت متوازن، قابل عمل اور ٹھوس بنیادوں پر قائم ہے۔

**مدارس دینیہ سے وابستہ توقعات اور چیلنجز:**

علوم کی دو اقسام ہیں اول فرض عین اور دوم فرض کفایہ۔ فرض عین کا جاننا ہر مسلمان کی انفرادی ضرورت ہے۔ فرض عین کو انجام دینا اس پر بذات خود انفرادی طور پر لازم ہے۔ جبکہ فرض کفایہ کو جاننا معاشرے کی اجتماعی ضرورت ہے، فرد اس کو معاشرے کی ضرورت کی تکمیل کے لئے حاصل کرے۔ موجودہ دور میں قومی اور ملی ضروریات کے تناظر میں درس نظامی کے نصاب پر غور و خوض کے نتیجے میں چند مقاصد ابھر کر سامنے آتے ہیں۔ انہی کے حصول کے لئے یہ تعلیمی نظام سرگرم عمل ہے۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1- درس نظامی کی تعلیم کا پہلا مقصد یہ نظر آتا ہے کہ اس نصاب تعلیم سے قرآن و سنت کا براہ راست صحیح فہم حاصل کیا جائے تاکہ شریعت کا ہمیں حقیقی علم ہو۔

2- دوسرا مقصد ایسے علماء و فقہا، مفتی اور قاضی تیار کرنا ہے جو دینی علوم میں حقیقی ادرک رکھتے ہوں۔ اور قرآن و سنت کی روح تک رسائی رکھتے ہوں اور عصر حاضر کے تقاضوں سے آشنا ہوں۔

3- تیسرا مقصد ایسے خطیب، امام، واعظ اور داعی و مبلغ تیار کرنا ہے جو ملک اور بیرون ملک کی ضروریات کو پورا کریں۔

4- چوتھا مقصد ایسے اساتذہ کی تیاری ہے جو عربی اور دینی علوم پر دسترس کے ساتھ تدریس کر سکیں۔

5- پانچواں مقصد تصنیف و تالیف، دینی صحافت، خدمت خلق اور انتظامی امور کے لئے مناسب افراد کی فراہمی ہے۔[14]

**دینی مدارس اور عصری تقاضے:**

دینی مدارس کی اس تاریخی سرگزشت اور اہمیت کے باوجود یہاں اس بات کا جائزہ لینے کی بھی ضرورت ہے کہ کیا عصر حاضر میں یہ مدارس اپنے قومی و ملی مقاصد کو عصری تقاضوں کے مطابق پوری طرح ادا کرنے میں کامیاب ہو رہے ہیں؟ عصری تقاضے کیا ہیں؟ پاکستان میں دینی اور عصری دوہرے نظام تعلیم کی وجہ سے معاشرے میں ایک اضطراب پایا جاتا ہے۔ ایسے میں پاکستان کے نظام تعلیم میں دینی مدارس کو عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ ان موضوعات پر پاکستان کے اہل علم و دانش نے کافی گفتگو کی ہے اور مختلف لوگوں نے اپنے اپنے زاویہ نگاہ سے ان مسائل کے حل کے لئے تجاویز بھی پیش کی ہیں۔[15]

**مغرب کا فکری اور تہذیبی چیلنج:**

ڈاکٹر محمود احمد غازی 'مغرب کا فکری اور تہذیبی چیلنج' کے عنوان سے اپنے ایک خطبے میں اس بات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"پاکستان بننے کے بعد اب دینی مدارس اور دینی تعلیم کے کم از کم تین تقاضے اور مقاصد ہیں۔ ان تینوں مقاصد کی ضروریات الگ الگ ہیں۔ ایک تقاضا تو یہ ہے کہ ہمارے ہاں جو مساجد ہیں ان میں ہمیں تربیت یافتہ افراد درکار ہیں۔ یہ سب سے پہلا تقاضا ہے۔ جو مسلمانوں کی دینی زندگی کا سب سے لازمی مطالبہ ہے۔ اس کے بعد تعلیم کا دوسرا درجہ ان لوگوں کے لئے ہے جو دینی علوم کے مدرس یا معلم بننا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد تیسری ضرورت یہ ہے کہ ہمیں ایسے لوگ درکار ہیں جو خود ان دینی مدارس میں پڑھائے جانے والے علوم کے اعلیٰ درجے کے متخصص ہوں، اونچے درجے کے مضامین اور اعلیٰ سطح کی کتابیں پڑھا سکیں اور اعلیٰ درجے کی تدریس کر سکیں۔[16]

**پاکستان کے مین اسٹریم نظام تعلیم میں مدارس کا مقام:**

مدارس کے نصاب و نظام تعلیم کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ بنانے اور اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے، زیادہ کار آمد بنانے کے لئے جناب ڈاکٹر محمود احمد غازی نے ایک جامع لائحہ عمل دیا ہے جس پر عمل کرنے سے وہ تمام مقاصد پورے ہو سکتے ہیں جو عصر حاضر کے مین اسٹریم نظام تعلیم کے لئے درکار ہیں۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی درس نظامی یا مدرسہ کی تعلیم شروع کرنے سے پہلے میٹرک تک کی تعلیم کم از کم لازمی قرار دیتے ہیں میٹرک کے بعد جب درس نظامی کی تعلیم کا مرحلہ آئے تو تمام لوگوں کے لئے درس نظامی کا ایک ہی نصاب مقرر کرنا ڈاکٹر صاحب کی نظر میں مناسب نہیں بلکہ درس نظامی کے مقاصد کو مدِ نظر رکھ کر مختلف میدان عمل مقرر کئے جائیں اور کچھ تبدیلی کے ساتھ ہر میدان کے لئے درس نظامی کے الگ کورس مقرر کئے جائیں۔ اس سے وقت اور وسائل کے ضیاع سے بچنے میں مدد ملے گی اور ہر میدان عمل کے لئے مناسب صلاحیتوں کے حامل افراد کی فراہمی ممکن ہو جائے گی۔

**دینی مدارس میں اعلیٰ تعلیم اور تخصص:**

دینی مدارس میں درجات تخصص کا قیام اور اسلامی علوم و فنون کی اعلیٰ تعلیم و تحقیق کا بندوبست وقت کی ایک ایسی اہم اور فوری ضرورت ہے، جس کی اہمیت اور فوری نوعیت کے بارے میں دورائے نہیں ہو سکتیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ بہت سے مدارس میں درس نظامی کے بعد تخصص اور تکمیل کے شعبے گزشتہ چند عشروں کے دوران کثرت سے قائم ہوئے ہیں تخصص اور تکمیل کے یہ شعبے عموماً تفسیر، فقہ، فتوے اور تجوید و قرات کے میدانوں سے متعلقات ہیں۔ بلاشبہ یہ شعبے مفید کام کر رہے ہیں اور ان کی موجودگی سے اسلامی تخصصات کی اہمیت کا احساس بڑھا ہے، لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ ان میں کسی بھی شعبے سے تخصص کے وہ مقاصد ان تک کماحقہ پورے نہیں ہو سکے جن کی آج ملک و ملت کو شدید ضرورت ہے۔[17]

تخصص کے شعبے کا مقصد درج ذیل قسم کے اصحاب کی تیاری ہونا چاہئے۔

1- نمایاں اسلامی علوم کے اعلیٰ مضامین کی تدریس کے لئے ایسے اساتذہ کی تیاری جو ان مضامین کی اعلیٰ سطح پر کماحقہ تعلیم دے سکیں اور دینی مدارس کے طلبہ کو آنے والے چیلنجوں اور خطرات کا سامنا کرنے کے لئے تیار کر سکیں۔

2- ایسے علما کی تیاری جو ملکی جامعات اور عصری تعلیمی اداروں میں اعلیٰ سطح پر اسلامی علوم کی تدریس کی ذمہ داریاں کامیابی سے انجام دے سکیں۔ اور وطن میں نفاذ اسلام کے عمل کی مؤثر رہنمائی کر سکیں۔

3- ایسے علماء کی تیاری جو اسلامی علوم کے بارے میں پیدا کی جانے والی بدگمانیاں اور اسلامی عقائد واحکام کے بارے میں کئے جانے والے اعتراضات کا مدلل اور تسلی بخش جواب دے سکیں۔

4- ایسے اہل علم کی تیاری جو اپنی عمیق دینی مہارت کی بنیاد پر مغربی علوم وفنون کا ناقدانہ جائزہ لے سکیں اور مغربی افکار و تصورات کا اسلامی شریعت کی روشنی میں تنقیدی مطالعہ کر کے ان کے رطب ویابس کو الگ الگ کر سکیں۔

**دینی مدارس کے نصاب اور نظام تعلیم میں اصلاحات:**

دینی مدارس کے نصاب تعلیم میں جہاں بہت سی خوبیاں پائی جاتی ہیں جن کا دیگر تعلیمی اداروں میں رواج تو کیا معنی، تصور بھی نہیں پایا جاتا، وہاں ان تمام خوبیوں کے باوجود چند کمزوریاں اور خامیاں بھی ہیں، جن کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ اپنی کمزوریوں اور خامیوں کو صرف اس وجہ سے دور نہ کرنا کہ اعتراض کرنے والے زیادہ تنزل کا شکار ہیں یہ شیوہ مصلحین نہیں۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی دینی مدارس کے نظام تعلیم میں کمزوری کی وجوہ کے حوالے سے اپنا نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

> "ہماری اس کمزوری کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہم طالبعلم کو اس اہم اور بھاری ذمہ داری کے لئے تیار ہی نہیں کر رہے کہ وہ ایسے غیر مسلم اور ناملائم ماحول میں حکمت کے ساتھ دین کی تعلیم کو پیش کر سکے۔ ہمارا طالب علم شرح جامی کی شرحیں، سوال کابلی، سوال باسولی رٹتا رہتا ہے۔ یہ سب کچھ رٹوا کر آپ اس کو امریکہ بھیج دیتے ہیں۔ کہ جاؤ امریکہ میں یا کینیڈا کی مسجد میں امامت کرو۔ یہ نہ طالب علم سوچتا ہے اور نہ استاد کہ وہاں پر سوال کابلی یا سوال باسولی کی پچاس برس تک بھی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ خدا کے لئے آپ انھیں وہ چیزیں پڑھائیں جن کی آگے چل کر دین کے ان قائدین کو ضرورت پیش آئے گی اور جس کی امت مسلمہ نہ جانے کب سے منتظر ہے"

**مسجد مدارس:**

اسلامی تعلیمات کا سب سے اہم ذریعہ مساجد کے ساتھ ملحق مدارس ہیں۔ جو خالص دینی تعلیم کا انتظام کرتے ہیں۔ ان مدارس میں حفظ قرآن کا انتظام ہوتا ہے۔ انہی مدارس کی بدولت آج لاکھوں کی تعداد میں حفاظ کرام ملک کی تمام مساجد میں امامت وخطیب کی ذمہ داریاں سرانجام دے رہے ہیں۔ اور یہ ادارے بھی خالصتاً اپنی مدد آپ چلائے جاتے ہیں۔ دیہاتوں اور محلوں کی چھوٹی چھوٹی کمیٹیاں ان مدارس کو چلانے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ کچھ مخیر حضرات بھی ان مدارس کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔ میرے علم کے مطابق پاکستان کے کسی علاقے میں شاید ہی کوئی ایسا مسجد مدرسہ ہو جو حکومت کی سرپرستی میں چلایا جارہا ہو۔ حالانکہ اسلامی لحاظ سے یہ سب سے اہمیت والا عمل ہے۔ کہ حفاظ پیدا کئے جائیں۔[18]

لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ اس حوالے سے ہمارے معاشرتی رویے شرمناک ہیں۔ ہمارے معاشرتی رویے اتنی اخلاقی پستی کا شکار ہیں کہ اکثر یہ بات سامنے آئی ہے۔ کہ ہمارے گھروں میں جو بچہ سکول کی تعلیم حاصل نہیں کر پاتا، ہم اسے ان مدارس میں چھوڑ دیتے ہیں۔ کہ یہ نالائق ہے کسی کام کا نہیں اس لئے اسے مدرسہ میں چھوڑ دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایسی برکت رکھی ہے اور یہ معجزہ بھی ہے کہ دنیا کی کوئی کتاب زیر زبر کے ساتھ یاد نہیں رہتی لیکن قرآن پاک ایسی کتاب ہے۔ جو کروڑوں انسانوں کے سینے میں محفوظ رہی ہے اور رہے گی۔ اب ان مدارس سے تیار ایسے مولوی، حفاظ اور خطیب جنہیں صرف اس مقصد کے لئے ان مدارس میں چھوڑا گیا۔ کہ وہ یا تو معذور ہیں یا اتنے ذہین نہیں ہیں۔ انھیں یہاں چھوڑنے میں ہماری نیت درست نہیں تھی۔ شاید یہاں

سے حصول علم کے بعد وہ اپنی ذمہ داریاں احسن انداز میں ادا نہ کر پائیں۔ جو دین اسلام کا حقیقی مقصد ہیں۔ ان میں سے اکثر اداروں میں جو طریقہ کار اور ماحول ہے وہ بھی سوالیہ نشان ہے

**حکومتی تعلیمی ادارے:**

اسلامی ممالک خصوصاً پاکستان میں علماء کرام کی تیاری کا دوسرا مروج طریقہ حکومتی تعلیمی ادارے ہیں۔ عصر حاضر کے تعلیمی نظام پر جو ہماری حکومتوں کے زیر اثر ہیں، مغربی تہذیب کا اثر نمایاں ہے۔ ہماری حکومتیں مغربی ممالک کی غلام بن چکی ہیں۔ اور وہ ممالک اپنی مرضی کا نظام تعلیم ہماری حکومتوں کو لانے پر مجبور کرتے ہیں۔ جس نظام تعلیم کے ذریعے اسلامی راویات کو ختم کیا جا سکے۔ اور ہمارے بے بس اور مجبور حکمران ان پالیسیوں پر عمل کرنے کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتے۔

ہمارے موجودہ حکومتی تعلیمی نظام میں دینی تعلیم کا کوئی معقول بندوبست نہیں ہے۔ اگر باریک بینی سے غور کیا جائے تو پاکستان کے موجودہ سرکاری نظام تعلیم میں کئی طرح کی خامیاں دکھائی دیں گی۔ ہمارے پرائمری نظام تعلیم میں اسلامی تعلیم کو مکمل طور پر نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ نرسری یعنی قاعدہ کی جماعت میں تین کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔ ان میں اردو قاعدہ، انگریزی قاعدہ اور ریاضی قاعدہ شامل ہیں۔ عربی قاعدہ جو اسلامی تعلیمات کی بنیاد ہے اس کو نصاب میں شامل ہی نہیں کیا گیا۔ جو اس نظام تعلیم کی پہلی خامی ہے۔ اسی طرح پانچویں تک عربی زبان کی کوئی کتاب نصاب میں شامل نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے ہماری نئی نسل عربی سے مکمل نا آشنا ہوتی جا رہی ہے۔ چھٹی جماعت سے آٹھویں جماعت تک عربی کی کتاب نصاب میں شامل ہے۔ لیکن اس شاملِ نصاب کورس سے دینی لحاظ سے کوئی معاونت نہیں ملتی۔ جتنا زور انگلش کو سمجھنے پر لگایا جا رہا ہے۔ اتنا زور دینی روایات سے دوری پر لگایا جا رہا ہے۔[19]

میٹرک لیول پر پھر عربی کو ختم کر دیا گیا ہے۔ اسلامیات کی جو کتاب کورس میں برائے نام موجود ہے۔ وہ محض پچاس نمبروں تک محدود کر دی گئی ہے۔ اس کے مقابلے میں سائنس اور انگریزی کو لازمی قرار دے کر تمام تر توجہ ان مضامین پر مرکوز کر دی گئی ہے۔ انٹر لیول پر بھی اسلامیات کو برائے نام کورس میں شامل کیا گیا ہے۔ اور صرف پچاس نمبر رکھ کر اس کی اہمیت وافادیت کو محدود کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح گریجویشن یعنی بی-اے میں بھی اسلامیات صرف پچاس نمبروں کی شامل ہے۔ ایم-اے کی سطح پر جو شخص اسلامیات کا مضمون اختیار کرتا ہے۔ وہ صرف اس غرض سے کرتا ہے۔ کہ یہ آسان مضمون ہے۔ آسانی سے پاس ہو جائے گا۔ اس طرح اسلامیات میں ماسٹر کی ڈگری مل جائے گی۔ بہت کم لوگ ریگولر کسی یونیورسٹی میں اسلامیات کے مضمون میں داخلہ لیتے ہیں۔ اور پرائیویٹ طور پر ایم-اے کا امتحان دے کر ڈگری حاصل کر لیتے ہیں۔ ایک گائیڈ ملتی ہے جو دو تین سو صفحات پر مشتمل ہوتی ہے۔ اور ہر مضمون کے پندرہ بیس سوالات اس میں لکھے ہوتے ہیں۔ جنھیں پرچہ کی آخری رات پڑھ کر طالب علم امتحان دے کر ڈگری حاصل کے لیتا ہے۔ اور یقین جانیئے کہ ہر بار امتحان میں وہی سوالات دہرائے جاتے ہیں۔ طلبہ کو کوئی محنت نہیں کرنی پڑتی۔ اس طرح رات کو ایک نظر ڈال کر ڈگری تو مل جاتی ہے لیکن طلبہ کو دین سے کوئی آگاہی حاصل نہیں ہوتی۔ ایسی ڈگری لینے کے بعد وہی طلبہ مذہبی علماء بنتے ہیں۔ جو بھلا دین کی کیا خدمت کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد عصر حاضر میں ایم-فل اسلامیات کی بھی حالت اس سے بدتر ہے۔ سرکاری سطح پر چند جامعات میں اسلامیات میں ایم-فل کروائی جاتی ہے۔ آٹھ دس لیکچرز پر مشتمل کورس ورک کروایا جاتا ہے۔ پھر ریسرچ کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ اکثر طلبہ تحقیق کی الفابیٹ سے ناواقف ہوتے ہیں۔ اور ٹھیکوں اور سفارش پر اپنا

ریسرچ ورک کرواتے ہیں اور اسلامی سکالر بن جاتے ہیں۔ اس طرح کے سکالرز دین کی کوئی خاطر خواہ خدمت نہیں کر سکتے۔ جس کی وجہ سے معاشرے میں منفی اثر پڑتا ہے۔ اسلام اور اسلامی معاشرہ تباہ حالی کی طرف جاتا ہے۔[20]

صرف یہی نہیں بلکہ ایسے حالات پیدا ہو چکے ہیں۔ کہ موجودہ دور میں اگر کوئی ایسے طلبہ سے یہ پوچھے کہ کس مضمون میں آپ نے ڈگری لی ہے تو بتانے والا بھی انتہائی شرمندگی سے بتاتا ہے کہ اسلامیات میں ڈگری لی ہے۔ اور پوچھنے والا بھی اسے حقارت سے دیکھتا ہے۔ اور اگر کسی نے انگریزی میں کوئی ڈگری لی ہے۔ یا کسی دیگر علوم کی ڈگری لی ہے تو معاشرے میں اس کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اور ڈگری لینے والا بھی سر فخر سے بلند کر لیتا ہے۔ حالانکہ علوم دینیہ ہی تمام علوم میں ماں کی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن اس طرف کسی کی توجہ مرکوز نہیں۔ خصوصاً اسلامی معاشرے میں ہدایت کا منبہ اور سرچشمہ علوم دینیہ ہی ہے۔

ہماری معاشرتی کمزوریوں اور ہماری اخلاقی گراوٹ کا یہ حال ہے کہ ہم اپنے علما کو جو مقام ورتبہ دیتے ہیں اس کی مثال پیشِ خدمت ہے۔ مہنگائی کے اس طوفانی دور میں جہاں ایک غریب کا دو وقت کی روٹی کا بندوبست انتہائی مشکل ہے۔ اور ایک ایسا شخص جو کبھی سکول یا مدرسہ کے قریب تک بھی نہیں گیا۔ اور مزدوری کرتا ہے۔ وہ ایک ہزار روپے دیہاڑی لیتا ہے جبکہ ہمارے انتہائی قابل احترام علماء اور خطیب حضرات جنھوں نے اپنی زندگی کے کم وبیش دس بیس برس علوم دینیہ میں حصول علم کی غرض سے گزارے ہیں۔ اور وہ ہمارے سب سے مقدس مقام یعنی مسجد میں امامت وخطیب کے فرائض سر انجام دے رہے ہیں۔ ان کو بطور تنخواہ سات آٹھ ہزار روپے ماہانہ دی جاتی ہے۔ یہ انتہائی ظلم وناانصافی ہے۔ اسی طرح ہماری پرائیویٹ یونیورسٹیوں میں اسلامیات میں پی- ایچ ڈی (یعنی ڈاکٹریٹ ان فلاسفی) ڈاکٹرز کو ساٹھ ستر ہزار ماہانا تنخواہ ملتی ہے۔ جبکہ اسی یونیورسٹی میں کمپیوٹر، انگلش، ریاضی یا سائنس کے دوسرے مضامین میں پی- ایچ ڈی ڈاکٹر کو ایک لاکھ ستر ہزار روپے ماہانا تنخواہ دی جاتی ہے۔ ایسے معاشرتی رویوں اور ناانصافیوں کی وجہ سے ہمارے فتین قسم کے لوگ علوم اسلامیہ سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اور متوسط ذہنی طبقہ کے لوگ ہی علوم الامیہ کی طرف رجوع کر رہے ہیں۔ جن کی وجہ سے علوم اسلامیہ میں وہ تحقیقی ذوق پیدا نہیں ہو رہا۔ جو امت مسلمہ کی اس ہچکولے کھاتی کشتی کو پار لگائے۔[21]

**علوم کی جدید تقسیم:**

آج کے جدید دور میں نظام تعلیم کی تقسیم، علوم عمرانی اور علوم انسانی ہے۔ سوشل سائنسز میں وہ ان علوم کو شامل کرتے ہیں جو انسانی معاشرے کی تشکیل اور معاشرتی زندگی سے بحث کرتے ہیں۔ ان میں تاریخ، سیاسیات، معاشیات، عمرانیات اور کسی حد تک قانون شامل ہے۔ یہ عمرانی علوم ہیں۔ جن سے اجتماعی رویوں کی تشکیل ہو رہی ہے۔

علوم انسانی (ہیومینٹیز) وہ علوم ہیں جو انسان کے مطالعے پر مبنی ہیں، یعنی فرد کے خیالات، فرد کے افکار، فرد کی نفسیات، فرد کے احساسات وجذبات، یہ سب کے سب علوم انسانی کہلاتے ہیں۔ عمرانی اور انسانی علوم کے علاوہ مختلف قسم کے طبیعی علوم بھی ہیں ان کا دینی علوم کے ساتھ براہ راست کوئی تعلق نہیں بنتا۔[22]

**یکساں نظام تعلیم:**

ہمارے ملک میں دینی تعلیم اور غیر دینی تعلیم کے جداگانہ اور بالکل الگ الگ ادارے جس انداز سے قائم ہیں، اس سے ملک وملت کی وحدت اور یک جہتی متاثر ہو رہی ہے۔ اس سے روزانہ، آنے والا ہر لمحہ اور ہر صبح طلوع ہونے والا سورج ملک میں دوئی، ثنویت اور

افتراق کے جراثیم لے کر آرہا ہے۔ ہم نے بطور قوم اور ملک، غالباً اس بات کو عملاً قبول کر لیا ہے، یا کم از کم ہم میں بہت سے لوگوں نے قبول کر لیا ہے کہ دین اور دنیا دو الگ الگ چیزیں ہیں۔[23]

دین و دنیا کی اسی فکری اور نظری تفریق کی بنیاد پر سیکولرازم کی عمارت استوار ہوتی ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ پاکستان بننے کے بعد ہم اس پر از سر نو غور کرتے، لیکن یہ کام نہ حکومتوں نے کیا اور نہ اہل علم نے اس پر ابھی تک کوئی توجہ دی ہے۔ڈاکٹر محمود احمد غازی یکساں نظام تعلیم کو لازمی وضروری قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

> "نظام تعلیم کی یکسانیت اور یکجہتی، ملت اسلامیہ کی یکسانیت، یکجہتی اور یک رنگی کے لئے ایک لازمی شرط ہے۔ ایسی ہر صورت حال جس سے مسلمان دو مختلف طبقوں یا ایک سے زائد طبقوں میں تقسیم ہو جائیں، وہ طبقے تعلیم کے نام پر قائم کئے جائیں، وہ طبقے کسی کی آمدنی کے نام پر قائم کئے جائیں یا رنگ اور نسل کی بنیاد پر قائم کئے جائیں، ان تمام طبقوں اور ان کی بنیاد پر الگ الگ تعلیمی، دینی اور مذہبی اداروں کا وجود اسلام کے مزاج کے خلاف اور غیر اسلامی ہے۔"[24]

**سفارشات و تجاویز:**

درج ذیل چند تجاویز بھی پیش کی جاتی ہیں۔

1۔ ہمارے مدارس کے نصاب کو روایت کی روح برقرار رکھتے ہوئے مقاصد و ضروریات اور وقت کے تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے لچک پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

2- عربی زبان جو دینی علوم کی کلید ہے کی تدریس کے لئے روایتی طریقہ کار چھوڑ کر جدید طریقہ کار سے استفادہ کرنا چاہئے جس کے لئے عرب ممالک کے طریق تدریس کو سامنے رکھا جاتا ہے۔

3- میٹرک تک کی معیاری تعلیم کو شرط قرار دے کر مدارس کو کلیات الدین کے درجے پر فائز کرانے کی ضرورت ہے۔

4- تدریس کے طریق کار یعنی حفظ متن کو ختم کرکے لیکچر کے طریق کار اپنانے کی ضرورت ہے۔ نیز کتاب برائے کتاب پڑھانے کی بجائے فن کو اہمیت دے کر پڑھانے کی ضرورت ہے۔

5- درسی کتابوں کو تحریر جدید کے عمل سے گزارا جانا چاہئے جس میں متن اور حواشی کا فرق ختم ہو۔

6۔ قرآن وحدیث وفقہ کے بالاستیعاب مطالعہ کرانے کے بعد مدارس میں موضوعاتی مطالعہ کو بھی فروغ دینے کی ضرورت ہے۔

7- مدارس میں درس نظامی کے ساتھ انگریزی اور جدید علوم بھی پڑھانے کی ضرورت ہے۔

8- مدارس میں تمام پڑھنے والوں کے لئے ایک ہی نصاب کی جگہ ضروریات اور مقاصد کی تعیین کے بعد کورسز میں تنوع پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ مختلف میدان عمل کے لئے اہل لوگوں کی فراہمی ممکن ہوسکے۔

9- مدارس کے پانچوں وفاقوں کو مل کر ایک پلیٹ فارم تشکیل دینا چاہئے جو تمام مدارس کے طلبہ کو آخری ڈگری جاری کر سکے۔ اس سے مسلکی ہم آہنگی کے علاوہ سند کے وزن میں بھی اضافہ ہو گا۔ نیز ایک آپشن یہ ہے کہ آخری سند کے اجراء کی یہ اتھارٹی کسی سرکاری یونیورسٹی کو بھی تفویض کی جاسکتی ہے جس سے مدارس کے طلبہ کا فائدہ ہو گا۔

10- مدارس کے نصاب میں محنتی طلبہ کے عصر حاضر میں سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ علماء کرام کی تیاری کے لئے مسلمان ممالک میں کوئی معقول تعلیمی ڈھانچہ و نظام نہیں ہے۔ حکومتی سطح پر اس کام کی بالکل حوصلہ افزائی نہیں کی جارہی۔ اس وقت علماء کرام کی تعلیم و تربیت کے دو طریقے رائج ہیں۔ ایک طریقہ دینی مدارس کے ذریعے تعلیم و تربیت کا ہے۔ جبکہ دوسرا طریقہ ہمارے گورنمنٹ کے تعلیمی ادارے ہیں۔

11۔ ہمارے سرکاری تعلیمی اداروں کے اندر خصوصاً یونیورسٹیوں کی سطح کی تعلیم میں کو-ایجوکیشن سسٹم کی حوصلہ شکنی ہونی چاہئے۔

12۔ مغربی طرز کی جدت پسندی اسلامی اقدار کو دھیمک کی طرح کھوکھلا کر رہی ہے۔ تعلیمی اداروں میں اس کی حوصلہ افزائی کے بجائے اس کے تدارک کی منصوبہ بندی کی جائے۔

13۔ دینی مدارس کو خالص دینی مقاصد کے ادارے اور سرکاری تعلیمی اداروں کو جدت پسندی کے ادارے کی جو تقسیم ہے۔ اس میں کمی کے اقدامات کی اشد ضرورت ہے۔ اس مقصد کے لئے دینی مدارس میں سرکاری تعلیمی اداروں کے نصاب کی آمیزش کی جائے اور سرکاری تعلیمی اداروں میں دینی مدارس کے نصاب کا کچھ کورس لازمی شامل کیا جائے۔ تاکہ اس تقسیم کو کم کیا جاسکے۔

**حواشی و مراجع:**


1Dr Mehboobu rehman Quraishi, Deni Madaris ka kirdar, De Scholar, July –Dec 2016,p:32
2Dr Fakhruddin, Deni Madaris kakirdar, De Scholar, July –Dec 2016,p:35
3DrMehboobur Rehman Quraishi,,Deni Madaris ka kirdar,Dr Memood Ghazi ky Tasswrat ki roshni me, De Scholar, July –Dec 2016,p:36
4 Sura Al Alaq,1

5۔ احیاء علوم الدین، امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی، ط۔ دارالمعرفہ، بیروت، لبنان

6۔ دینی مدارس میں تعلیم، سلیم منصور خالد، ط۔ انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، اسلام آباد، پاکستان۔ طبع سوم: 2005ء

7۔ رضوان خان، ڈاکٹر محمود احمد غازی کی علمی خدمات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، ایاز بائنڈنگ راولپنڈی، 2019ء، ص 180

8۔ سعید الرحمٰن، ڈاکٹر، مدرسہ کا نظام تعلیم: پس منظر، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان، طبع اول 2016، ص 23

9۔ محمد یونس خالد، مجموعہ مقالات، دعوۃ اکیڈمی اسلام آباد، 2017، ص 104

10۔ محمد عین الحق، دعوت وارشاد، ایورنیو بک پیلس لاہور، س،ن، ص 535

11Dr mehmood Ghazi, MahaziraatTaleem, zawar academy publicacions, Karachi,3rd issue,2016,p:216
12Dr mehmood Ghazi, Mahaziraat Taleem, zawar academy publicacions, Karachi,2nd issue,2014,
13.Muhammad younus Khalid, MajmuaaMaqalaat, Dawa Academy Islamabad,2017,P:109
14Maarifislami, shashmahi, mujallah,Jan-Jun,2011,v:10,issue: 1, Kuliyyahuloomislamia, Open University islamabad

15۔ ماہنامہ الشریعہ، خصوصی اشاعت بیاد: ڈاکٹر محمود احمد غازی، الشریعہ اکادمی گجرانوالہ، جنوری / فروری 2011ء

16۔۔ ماہنامہ الشریعہ، خصوصی اشاعت بیاد: ڈاکٹر محمود احمد غازی، الشریعہ اکادمی گجرانوالہ، اپریل 2002ء

17۔ماہنامہ الشریعہ، خصوصی اشاعت بیاد: ڈاکٹر محمود احمد غازی، مقالہ "دینی مدارس میں تخصص اور اعلیٰ تعلیم"، جنوری 2008ء

18۔علمائے کرام کا معاشرے میں مقام اور ذمہ داریاں، رضوان خان، غیر مطبوعہ آرٹیکل، ص13

19. علمائے کرام کا معاشرے میں مقام اور ذمہ داریاں، رضوان خان، غیر مطبوعہ آرٹیکل، ص 14

20۔اسلامی معاشرے کے لازمی خدوخال، مولانا عبد القیوم، القاسم اکیڈمی نوشہرہ، س ن

21۔علمائے کرام کا معاشرے میں مقام اور ذمہ داریاں، رضوان خان، غیر مطبوعہ آرٹیکل، ص 25

22DrMehmoodAhmadGhazi,MusalmanokadeniwaAsrinizam taleem,p:26

-23 RizwanKhan,DrMehmood Ghazi ki elmi khidmat ka tehqiqi wa tanqidi jaeza, Ayaz bainding Rawalpindi,2019,p:184

24Dr Mehmood Ahmad Ghazi, deni Madaris,Mafroozy Haqaiq, Laehaamal," Mashmola Saleem mansoor Khalid" Deni Madaris me Taleem, p:62

5: Imam abu Hamid Muhammad bin Muhammad Ghazali,p:Darulmaarifah, beroot Labnan,1937

6: SaleemMansoorKhalid,Denimadaris me Taleem,p: Institute of policy studies, Islamabad,Pakistan,2005

7: Rizwan Khan,Dr Mehmood Ghazi ki elmi khidmat ka tehqiqi wa tanqidi jaeza,Ayazbainding Rawalpindi, 2019,p:180

8:Dr Saeed urehman, madrisa ka nizam Taleem pas manzar,Baha Uddin Zekria University, Multan, P:1,2016,p:23

9: Muhammad younus Khalid, Majmuaa Maqalaat, Dawa Academy Islamabad,2017,P:104

10:Muhammad ain Ul haq, dawat wa irshad, ever new book palce, Lahore,p:535

15: Mahnama Al sharia, Khusosi Ashaat by ad Dr mehmood Amad Ghazi, Al Shria Academy Gujaranwala, Jan/Feb 2011

16: Mahnama Al sharia, Khusosi Ashaat by ad Dr mehmood Amad Ghazi, Al Shria Academy Gujaranwala, April, 2002

17:Mahnama Al sharia, Khusosi Ashaat by ad Dr mehmood Amad Ghazi, maqala, Deni Madaris me Takhses aur Aala Taleem, Al Shria Academy Gujaranwala,Jan,2008

18:Rizwan khan,Ulama e Kram ka Masheray me maqam aur zima darian,non publish article,p:13

19: Rizwankhan,Ulamae Kram ka Masheray me maqam aur zima darian,non publish article,p:14

20:Maulana abdul Qayum Haqqani, islamima sheray ke lazmi Khudu khal,Alqasim Academy, Nowshera

21: Rizwan khan,Ulama e Kram ka Masheray me maqam aur zima darian,non publish article,p:25